9

خدا تعالیٰ سے زیادہ کسی اَور چیز سے محبت نہیں ہونی چاہیے

(فرمودہ 6/اپریل 1951ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں بتایا تھا کہ بعض لوگ روحانیت اور تعلق باللہ پیدا کرنے کے لیے گُر پوچھا کرتے ہیں حالانکہ روحانیت اور تعلق باللہ کے معنے محبت کے ہی ہیں۔ جیسے زید اور بکر میں محبت پیدا ہو جاتی ہے، ماں اور بیٹے میں محبت ہوتی ہے، باپ اور بیٹے میں محبت ہوتی ہے، بیٹی اور ماں میں محبت ہوتی ہے، بھائی بھائی میں محبت ہوتی ہے، بہن بہن میں محبت ہوتی ہے، بیٹی بیٹی یا بیٹے بیٹے میں محبت ہوتی ہے اور دوسرے رشتہ داروں میں محبت ہوتی ہے وہی جذبہ جب انسان میں خدا تعالیٰ کے متعلق پیدا ہو جاتا ہے تو اسے تعلق باللہ کہتے ہیں۔ تعلق کے معنے ہیں لٹکنا اٹکنا۔ ہمارے ہاں بھی کہتے ہیں دل اٹکا ہوا ہے، دل لٹکا ہوا ہے۔ اسی کا نام تعلق باللہ اور روحانیت ہے۔ اور اس کا امتحان اس طرح ہو جاتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی خاطر قربانی کرتا ہے اور دوسرے رشتوں اور تعلقات کو اگر وہ خدا تعالیٰ کی محبت میں روک پیدا کریں تو انہیں قربان کر دیتا ہے۔ دوسری محبتوں میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ کسی خاص شخص کی محبت کسی میں زیادہ ہو، بعض اوقات بھائی دشمنی کر جاتا ہے لیکن دوست وفا کر جاتا ہے، بیوی دھوکا کر جاتی ہے لیکن ماں وفاداری سے کام لیتی ہے، ماں دھوکا کر جاتی ہے لیکن بیوی وفادار

رہتی ہے۔ پھر بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی عورت کے ماں باپ اُس سے بے وفائی کر جاتے ہیں لیکن اُس کا خاونداس کے لیے قربانی کر جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ خاوند بے وفائی کرتا ہے اور ماں باپ قربانی کرتے ہیں۔ لیکن تعلق باللہ میں یہ شرط ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ سے زیادہ کسی اَور چیز سے محبت نہ ہو۔ اگر خدا تعالیٰ کی محبت سے کسی اَور چیز کی محبت کا ٹکراؤ ہو جائے تو وہ خدا تعالیٰ کو ترجیح دے دے۔ حضرت علیؓ سے ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے پوچھا کہ آپ توحید پر پوری طرح قائم ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہاں میں توحید پر قائم ہوں۔ حضرت حسنؓ نے پھر سوال کیا، کیا آپ کو مجھ سے بھی محبت ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں مجھے تم سے محبت ہے۔ حضرت حسنؓ نے کہا آپ کو اللہ تعالیٰ سے بھی محبت ہے اور مجھ سے بھی محبت ہے تو آپ نے مجھے خدا تعالیٰ کے برابر قرار دیا یہ تو شرک ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا صرف محبت کا ہونا شرک نہیں بلکہ اس کے درجہ میں فرق ہونا شرک ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ سے بھی محبت ہے اور تم سے بھی لیکن جب تمہاری محبت خدا تعالیٰ کی محبت سے ٹکرائے گی تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا اور خدا تعالیٰ کو ترجیح دوں گا۔ غرض تعلق باللہ میں صرف اتنی شرط ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت دوسری محبتوں سے زائد ہو۔ ویسے ہوتی وہ محبت ہی ہے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہوتی۔

میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں بتایا تھا کہ جو طریقے محبت کے انسانوں کے لیے مقرر ہیں وہی خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے والے ہیں۔ جس طرح باپ سے محبت کی جاتی ہے، جس طرح بھائی بھائی میں محبت ہوتی ہے، جس طرح بھائی بہن یا بہن بہن میں محبت پیدا ہوتی ہے، جس طرح ماں بیٹا یا ماں بیٹی میں محبت پیدا ہوتی ہے، جس طرح باپ بیٹا یا باپ بیٹی میں محبت پیدا ہوتی ہے، جس طرح بیوی اور خاوند یا اَور رشتہ داروں کی محبت پیدا ہوتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی محبت کے نئے گُر تلاش کرنا حماقت ہے۔ جب روحانیت، محبت اور تعلق باللہ ایک ہی ہیں اور پھر خدا تعالیٰ کی محبت بھی وہی ہے جو انسانوں کی ہوتی ہے تو اس کے گُر بھی ایک ہی ہونے چاہییں۔ اور انسانوں کی محبت کا گُر یہی ہوتا ہے کہ یا احسان سے محبت پیدا ہوتی ہے یا حُسن سے محبت پیدا ہوتی ہے اور یا پھر لمبے تعلق سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ محبت کو پیدا کرنے کے یہی تین گُر ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا۔ 1 انسان کے دل میں خدا تعالیٰ نے یہ مادہ رکھ دیا ہے کہ جو شخص اس پر احسان کرتا ہے اس سے محبت کرتا ہے۔

میں نے گزشتہ خطبہ میں بتایا تھا کہ اسلام نے خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لیے ایک آسان گُر بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ کھانا پینا اور پہننا خدا تعالیٰ مہیا کرتا ہے اور جب یہ سب چیزیں خدا تعالیٰ ہی مہیا کرتا ہے تو اس کا احسان موجود ہے لیکن باوجود اِس کے کہ یہ گُر موجود ہے پھر بھی خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لیے ہمیں کوئی اَور سبب تلاش کرنا پڑتا ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ خدا تعالیٰ کا انسان پر احسان تو ہوتا ہے لیکن اس کی شناخت اَور چیز ہے۔ اگر کسی کو کوئی گمنام شخص منی آرڈر کر دے اور اپنا نام ظاہر نہ کرے تو اُسے منی آرڈر کرنے والے سے محبت نہیں ہوگی کیونکہ اُسے علم نہیں ہوگا کہ منی آرڈر کس نے کیا ہے۔ اِسی طرح خدا تعالیٰ بھی انسان سے مخفی ہے اور وہ پس پردہ احسان کرتا ہے اور اگرچہ اس کے احسان بہت زیادہ ہیں لیکن لوگ انہیں محسوس نہیں کرتے۔ ماں اپنی چھاتیوں سے دودھ پلاتی ہے اور بچہ اپنی عقل کے مطابق سمجھتا ہے کہ ماں اُس پر احسان کرتی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ ماں تکلیف سے اُسے خون چساتی ہے حالانکہ یہ قربانی کا جذبہ ماں نے خود پیدا نہیں کیا یہ جذبہ اس کی پیدائش سے بھی پہلے اس کے اندر رکھا گیا تھا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں گڑیاں بناتی ہیں اور اُن سے کھیلتی ہیں۔ یہ وہی بچہ پالنے کا جذبہ ہوتا ہے جو ان کے اندر پایا جاتا ہے۔ ان کے اندر یہ حِس خدا تعالیٰ نے ہی پیدا کی ہے خواہ وہ عقل کے ماتحت ایسا کرتی ہیں یا بے عقلی کے ماتحت ایسا کرتی ہیں بہرحال عورت کے اندر خدا تعالیٰ نے اولاد سے محبت کا مادہ رکھا ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ جو ماں نے خود اپنے اندر پیدا نہیں کی بلکہ اس کی پیدائش سے بھی پہلے اس کے اندر رکھ دی گئی تھی اور جب یہ مادہ ماں کی پیدائش سے پہلے کا اُس کے اندر پایا جاتا ہے تو پھر یہ اُس کا پیدا کیا ہوا نہ ہوا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ مادہ ماں کا پیدا کیا ہوا نہیں تو آخر یہ مادہ ماں کے اندر کس نے پیدا کیا ہے؟ بہرحال وہ کوئی اَور ہستی ہے اور ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ ہستی جس نے سب مخلوقات کو پیدا کیا ہے اُسی نے یہ مادہ ماں کے اندر رکھا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ ماں سے محبت کرتا ہے خدا تعالیٰ سے محبت نہیں کرتا۔ کیوں بچہ خدا تعالیٰ سے محبت نہیں کرتا؟ اس لیے کہ خدا تعالیٰ اُسے نظر نہیں آتا۔ جب اُس کی ماں اپنی ماں کے پیٹ میں تھی اور خدا تعالیٰ کے فرشتے اُس کے دل میں اولاد کی خواہش اور محبت پیدا کر رہے تھے تو اُس نے اس نظارہ کو دیکھا نہیں تھا۔ اس نے صرف اتنا ہی دیکھا ہے کہ ماں اسے اپنی چھاتیوں سے دودھ پلا رہی ہے خواہ وہ فاقہ ہی کر رہی ہو اور بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو رہی ہو، وہ سوکھ کر کانٹا

ہوگئی ہو، اُس کا گوشت گھل گیا ہو اور ہڈیاں نکل آئی ہوں لیکن اِدھر بچہ رویا اور اُدھر ماں نے اپنے سُوکھے ہوئے پستان اُس کے منہ میں دے دیئے۔ خواہ پستانوں میں دودھ کا کوئی قطرہ ہو یا نہ ہو۔ ماں کے اندر یہ جذبہ جس ہستی نے پیدا کیا ہے وہ بچہ کو نظر نہیں آتی۔ اس لیے وہ اُس سے محبت نہیں کرتا۔ ماں اپنی چھاتیوں سے دودھ پلاتی ہوئی اُسے نظر آتی ہے اس لیے وہ اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ انسان کھانا کھاتا ہے جس شخص نے اسے گندم دی اور اس نے اس سے روٹی بنائی وہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے یا جس کی نوکری کر کے اس نے پیسے کمائے اور ان سے اس نے گندم خریدی وہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے، جس ماں اور بیوی نے اسے روٹی پکا کر کھلائی وہ اس کا شکریہ ادا کرتا ہے لیکن جس نے گندم بنائی، جس نے نمک بنایا، جس نے پانی بنایا وہ اُس کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ گندم مہیا کرنے والا یا نوکری دینے والا اُسے نظر آتا تھا، ماں اُسے نظر آتی تھی کہ وہ گرمی کے دنوں میں آگ کے آگے بیٹھی روٹی پکا رہی ہے، بیوی اُسے نظر آتی ہے کہ گرمی میں آگ کے آگے بیٹھی روٹی پکا رہی ہے۔ یا سردی میں جب وہ خود لحاف سے باہر نہیں نکلتا وہ صحن میں بیٹھی اُس کے لیے ناشتہ تیار کر رہی ہے چونکہ وہ اُسے نظر آتی ہے اس لیے اس کے اندر احساسِ شکریہ پیدا ہو جاتا ہے **جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا** ۔خدا تعالیٰ نے انسان کے دل میں یہ مادہ رکھ دیا ہے کہ اُسے جو شخص احسان کرتا نظر آتا ہے اس کا وہ شکر گزار ہوتا ہے۔ اور چونکہ اُسے اس احسان کا اصل بانی نظر نہیں آتا اس لیے اُسے یہ خیال نہیں آتا کہ دراصل یہ احسان کسی اَور ذات نے کیا ہے۔

ہمارے ملک میں لطیفہ مشہور ہے **وَاللّٰہُ اَعْلَمُ** وہ سچا ہے یا عام حالات میں وہ خود بنا لیا گیا ہے۔ جب ہمارے ملک پر انگریز حاکم تھے لوگوں میں انہیں خوش کرنے کے لیے ڈالیاں پیش کرنے کا رواج تھا۔ بعد میں اگرچہ یہ قانون بنا دیا گیا تھا کہ افسروں کو ڈالیاں پیش نہ کی جائیں لیکن حکام اور رؤساءِ شہر کو جب موقع ملتا اور وہ انگریز افسروں کو ملنے کے لیے جاتے تو اُن میں سے بعض ہوشیار لوگ ڈالیاں بھی لے جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک انگریز افسر کو ایک ای۔اے۔سی اور ایک تحصیلدار ملنے کے لیے گئے۔ ای۔اے۔سی ڈالی بھی ساتھ لے گیا۔ یہ تو سارے جانتے ہیں کہ ای۔اے۔سی بڑا ہوتا ہے اور تحصیلدار چھوٹا ہوتا ہے۔ کئی علاقوں کا چارج ای۔اے۔سی کے پاس ہوتا ہے اور تحصیلدار اُس کے ماتحت ہوتا ہے۔ پس جب وہ دونوں ملاقات کے لیے گئے تو اتفاقاً انگریز افسر کے پاس

ملاقات کا وقت تھوڑا تھا اس لیے بجائے اِس کے کہ وہ دونوں کو الگ الگ بلاتا اُس نے کہلا بھیجا کہ دونوں آ جاؤ۔ جب ای۔اے۔سی ڈالی کو اٹھانے لگا تو تحصیلدار نے آگے بڑھ کر ڈالی کو اُٹھا لیا اور کہا حضور! ہمارے ہوتے ہوئے آپ یہ تکلیف کیوں کریں؟ چنانچہ تحصیلدار نے ڈالی اُٹھالی اور بڑے آرام سے اندر جا کر انگریز افسر کے سامنے رکھ دی اور یہ نہ کہا کہ یہ ڈالی ای۔اے۔سی نے پیش کی ہے۔ وہ انگریز افسر اس اثر کے ماتحت کہ ڈالی تحصیلدار نے پیش کی ہے ای۔اے۔سی کی طرف پیٹھ کر کے اور تحصیلدار کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا اور اس سے حالات پوچھنے لگا۔ ای۔اے۔سی دل ہی دل میں کُڑھ رہا تھا لیکن وہ کیا کر سکتا تھا برابر دو گھنٹے تک ڈپٹی کمشنر تحصیلدار سے باتیں کرتا رہا اور اس نے ای۔اے۔سی کو پوچھا تک نہیں۔ ملاقات سے فارغ ہو کر جب باہر آئے تو ای۔اے۔سی نے غصّہ نکالنا شروع کیا کہ تم نے کیوں یہ حرکت کی؟ تحصیلدار نے کہا حضور! یہ کس طرح ہوسکتا تھا کہ آپ میرے سامنے بوجھ اٹھاتے۔ اب ڈالی تو لایا تھا ای۔اے۔سی لیکن چونکہ وہ ڈالی تحصیلدار نے انگریز افسر کے آگے رکھی تھی اس لیے وہ اس پر مہربان ہو گیا۔ یہی حال انسان کا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے ڈالی آتی ہے لیکن ماں باپ، بیوی بچہ، بہن یا بھائی وہ ڈالی اُٹھا کر اُس کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ اس لیے وہ سمجھتا ہے کہ اصل ڈالی پیش کرنے والا وہی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کو پوچھتے ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے انسان کو یہ یاد دلانے کے لیے کہ حقیقی محسن خدا تعالیٰ ہی ہے یہ ترکیب رکھ دی کہ جب تم کھانا کھاؤ یا پانی پیو تو اُس کے شروع کرنے سے پہلے **بِسْمِ اللّٰہِ** پڑھ لیا کرو2 اور کھانے سے پیشتر **بِسْمِ اللّٰہِ** پڑھنے کے یہ معنے ہیں کہ یہ کھانا تمہارے سامنے رکھا تو ماں نے ہے لیکن بھیجا خدا تعالیٰ نے ہے یا کھانا تمہارے سامنے رکھا تو بیوی نے ہے لیکن بھیجا خدا نے ہے یا کھانا تمہارے سامنے رکھا تو بھائی نے ہے لیکن بھیجا خدا تعالیٰ نے ہے۔ پھر کھانا کھانے کے بعد **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** کہہ کر خدا تعالیٰ کے احسان کا شکر یہ ادا کیا جاتا ہے۔

غرض اسلام نے ہمیں ایسا گُر سکھایا تھا کہ اگر مسلمان اس گُر پر عمل کرتے تو یقیناً محبتِ الٰہی پیدا کر لیتے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس قیمتی چیز کو کہا جاتا ہے کہ معمولی بات ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا کوئی اَور گُر بتاؤ۔ کوئی کہے کہ گھوڑے کی سواری کا کیا گُر ہے؟ تو دوسرا شخص یہی جواب دے گا میاں! گھوڑے پر چڑھ جاؤ اور اس کو چلاؤ یا کوئی کہے لکھنے کا کیا گُر ہے تو دوسرا یہی کہے گا کہ

میاں! ہاتھ میں قلم پکڑ واور لکھواس میں کسی خاص گُر کی کیا ضرورت ہے۔ اِسی طرح اسلام نے تعلق باللہ کے پیدا کرنے کا جو سیدھا سادا طریق بیان کیا تھا اُسے ہم بھول جاتے ہیں اور اسے بیہودہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے نہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ اگرچہ تحصیلدار نے ڈالی سامنے رکھی ہے لیکن دراصل اسے ای۔اے۔سی نے پیش کیا ہے۔ اس سے یہ یاد کرانا مقصود تھا کہ کھانا تمہیں بظاہر تمہاری ماں، بہن، بھائی یا بیٹے بیٹیاں پیش کرتی ہیں مگر وہ اس میں واسطہ بنتے ہیں اصل میں یہ کھانا خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ اور جب انسان کو پتا لگ جاتا ہے اور بار بار یہ مضمون اُس کے سامنے دہرایا جاتا ہے کہ درحقیقت یہ نعمتیں عطا کرنے والا خدا تعالیٰ ہے، وہی ہمیں کھانا دیتا ہے، وہی ہمیں پانی دیتا ہے، وہی ہمیں پہننے کو کپڑا مہیا کرتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کی طرف دل مائل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

میں نے پچھلے خطبہ میں اس بات پر زور دیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو اس بات کی عادت ڈالی جائے کہ وہ کھانا کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ لیا کریں، پانی پئیں تو پہلے بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ لیں، کپڑا پہنیں تو پہلے بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ لیں، اِسی طرح کوئی اَور نئی چیز استعمال کریں تو بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ لیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ چیزیں خدا تعالیٰ کی ہیں اس لیے اُس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے، اُس کا نام لے کر اور اُس کے احسان کو مانتے ہوئے ہم اس کا استعمال کرتے ہیں۔ اور جب انسان کوئی چیز استعمال کر لیتا ہے تو وہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ یعنی وہ دوبارہ خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں وہ پچھلے شکریوں کو بھی ملا لیتا ہے۔ جب وہ بِسْمِ اللّٰهِ کہتا ہے تو کسی خاص چیز کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے میں یہ کھانا خدا تعالیٰ کا نام لے کر استعمال کرنے لگا ہوں۔ لیکن اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہتے ہوئے کوئی خاص چیز اس کے سامنے نہیں ہوتی بلکہ وہ تمام پچھلی چیزوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد کوئی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہتا ہے تو اِس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ میں اس کھانے اور اس سے پہلے جو کھانے میں کھا چکا ہوں اُن سب کے عطا کرنے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یا مثلاً وہ کپڑا پہنتا ہے تو وہ کہتا ہے میں اِس کپڑے اور اُن سب کپڑوں کا جو اِس سے پہلے میں پہن چکا ہوں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یا جوتی پہنتا ہے تو وہ کہتا ہے میں اِس جوتی اور اُن سب جوتیوں کے لیے جو میں نے اس سے پہلے پہنی ہیں خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یا عقل و دانش ہے وہ کہتا ہے میں اس تدبیر کا جو تُو نے

سکھائی اور اُن تمام رستوں کا جو تُو نے مجھے ماں کے پیٹ سے ہی سکھانے شروع کیے تھے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ پھر وہ بِسۡمِ اللّٰہِ کہہ کر اپنے ماں باپ، بہن بھائی، بیٹا بیٹی، بادشاہ رعایا بلکہ جانوروں اور نباتات اور جمادات جن کے ذریعہ اُسے کھانا پہنچتا ہے سب کو اکٹھا کر کے کہتا ہے اے خدا! میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تیری ہی طرف سے ہے۔

اب دیکھو! یہ ایک چھوٹی سی چیز ہے لیکن یہ ایک طبعی رستہ ہے۔ اب کوئی کہے کہ ماں سے محبت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ تو ہم اسے کہیں گے یہ تو سیدھی سادی بات ہے۔ ماں تمہیں دودھ پلاتی ہے اور تم اسے روزانہ دودھ پلاتے دیکھ کر اُس سے محبت کرنے لگ جاتے ہو اس میں نیا گُر کیا ہے۔ دنیا میں تم سے کوئی انسان بھی نہیں پوچھے گا کہ ماں کی محبت پیدا کرنے کا کیا گُر ہے؟ لوگ بیوی سے محبت کرتے ہیں، ماں باپ سے محبت کرتے ہیں، بہن بھائیوں سے محبت کرتے ہیں، اولاد سے محبت کرتے ہیں اور تم کبھی دوسروں سے ان کی محبت پیدا کرنے کا گُر نہیں پوچھتے۔ صرف اس لیے کہ یہ محبت ہم اس طبعی ذریعہ سے پیدا کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے بنایا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے معاملہ میں لوگ تماشا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو بتائیے کہ تعلق باللہ پیدا کرنے کا کونسا گُر ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ تعلق باللہ کے لیے کسی خاص طریق پر عمل کرنے کی ضرورت ہے اور اُمید رکھتے ہیں کہ انہیں بتایا جائے گا کہ قبرستان میں جاؤ اور ٹانگیں آسمان کی طرف کر کے لٹک جاؤ یا پانی میں ریت ملا کر پیا کرو یا صبح اٹھ کر ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر فلاں منتر پڑھا کرو تو خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی حالانکہ ان چیزوں کو خدا تعالیٰ کی محبت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ سیدھی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کا احسان مخفی ہے جس کی وجہ سے تمہارے اندر اس کی محبت پیدا نہیں ہوتی۔ تم اس کے احسانات کو نمایاں طور پر اپنے سامنے لاؤ تو اس کی محبت پیدا ہو جائے گی اور اسے نمایاں طور پر سامنے بِسۡمِ اللّٰہِ اور اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ لاتی ہیں اس میں کسی گُر کی ضرورت نہیں۔ لیکن لوگ اسے بھول جاتے ہیں اور گدّی نشینوں، مولویوں اور پیروں کے پاس سالہا سال تک بیٹھے رہتے ہیں کہ وہ کبھی خوش ہو کر انہیں بتائیں کہ تم ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر فلاں وظیفہ پڑھا کرو تو خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی۔ یہ طریق غیر طبعی ہے۔ تم کبھی یہ نہیں کہتے کہ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر تم فلاں وظیفہ پڑھو تو ماں کی محبت پیدا ہو جاتی ہے یا اپنی ننگی پیٹھ پر دس کوڑے مارو تو باپ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اگر تمہیں ایسا کہا جائے تو تم کہو گے ان چیزوں کا

ماں باپ کی محبت کے ساتھ کیا تعلق ہے لیکن خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا سوال آتا ہے تو تم گُر پوچھنے لگ جاتے ہو اور وہی بے جوڑ بات تمہیں درست معلوم ہونے لگ جاتی ہے۔

غرض تعلق باللہ کا یہ ایک بڑا نسخہ ہے جو میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں بیان کیا تھا اور میرا منشا تھا کہ آج کوئی نئی چیز بیان کروں لیکن میری طبیعت اچھی نہیں۔ اچھا ہوا کہ میں نے پچھلے خطبہ کے مضمون کو پھر دُہرا دیا۔ نقشِ ثانی نقشِ اوّل سے اچھا ہوتا ہے۔ پھر کسی موقع پر اَور باتیں بیان کروں گا۔ اب صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے بچوں کو یہ باتیں سکھاؤ اور پھر ان کا مطلب سمجھاؤ۔ جب تم ہر کام سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ کہو گے تو انہیں خیال پیدا ہوگا کہ اصل احسان خدا تعالیٰ کا ہے کہ اس نے ہمیں کھانے کو دیا، پینے کو دیا، پہننے کو دیا۔ بِسْمِ اللّٰہِ کہہ کر ہم اقرار کرتے ہیں کہ بیشک روٹی ماں نے پکا کر دی ہے، بیشک روٹی بیوی نے پکا کر دی ہے لیکن گندم خدا تعالیٰ نے دی ہے۔ یا تم کہتے ہو کہ روٹی تو ماں نے پکائی ہے اور پیسے باپ نے دیئے ہیں لیکن ماں کو ہاتھ خدا تعالیٰ نے دیئے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہاتھ عطا نہ کرتا تو وہ روٹی کس طرح پکاتی؟ اِسی طرح جب بھی کوئی چیز شروع کرنے سے پہلے تم بِسْمِ اللّٰہِ پڑھو گے تو خدا تعالیٰ کا احسان تمہیں یاد آ جائے گا اور اس طرح تمہارے دل میں اُس کی محبت پیدا ہو گی اور محبت طبعی طریق سے پیدا ہوگی غیر طبعی طریقوں سے نہیں۔ تم اگر دروازے کے ذریعہ مکان میں داخل نہیں ہوتے بلکہ دیوار پھاند کر آتے ہو تو یہ طبعی طریق نہیں۔ اس سے بجائے فائدہ کے تمہیں نقصان ہو گا۔ ہوسکتا ہے تمہاری ٹانگیں ٹوٹ جائیں یا کوئی اَور نقصان پہنچ جائے یا ہوسکتا ہے کہ کوئی تمہیں چور سمجھ لے اور وہ تمہیں پکڑوا دے اور حکومت سے سزا دلوائے۔ غرض یہ چھوٹے چھوٹے رستے ہی طبعی راستے ہیں جو انسان کے لیے نجات اور محبتِ الٰہی کے پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں''۔

(الفضل 13 جولائی 1951ء)

1: کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال۔ جلد 16 صفحہ 48۔ حدیث نمبر 44095 بیروت لبنان 1998ء

2: صحیح بخاری کتاب الْاَطْعِمَة باب التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ